VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

Social Sciences & Humanity Research Review
Online ISSN : 3007-3170
Print ISSN : 3007-3162
https://jssr.online/index.php/4/about

Social Elements of Pakistani Urdu Novel

اردوناول کے سماجی عناصر پاکستانی

Tanveer ahmed

PhD Scholar, AIOU, Islamabad

Dr. Abdul Sattar Malik

Lecturer Urdu, AIOU, Islamabad at- abdul.sattar@aiou.edu.pk

Abstract

The social elements of the Pakistani Urdu novel are rich and varied, reflecting the country's complex cultural, historical, and political landscape. Many novels explore the disparities between different social classes, highlighting the struggles of the poor and the privileges of the elite. This theme often serves to analyze societal structures and injustices. The portrayal of women and their struggles against patriarchal norms is a significant element. Authors often address issues like forced marriages, education, and women's rights, displaying both traditional and evolving gender dynamics. The novels often observe the identity crises faced by characters in a rapidly modernizing society. Themes of nationalism, regional identity, and the clash between tradition and modernity are predominant. Religion plays a crucial role in shaping characters' lives and societal norms. Novels may depict the complexities of religious beliefs and their impact on personal and communal relationships. Given Pakistan's tumultuous history, many novels reflect on political instability, corruption, and the impact of military regimes on everyday life. Authors often use their narratives to comment on governance and civil rights. Family relationships and their challenges, including generational conflicts and expectations, are central to many stories. The family is often described as a miniature of society, reflecting broader social issues. Many narratives address the experiences of

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

REFUGEES, MIGRANTS, AND DISPLACED INDIVIDUALS, EXPLORING THEMES OF LOSS, BELONGING, AND THE SEARCH FOR IDENTITY IN NEW ENVIRONMENTS. THE CONTRAST BETWEEN URBAN AND RURAL SETTINGS OFTEN HIGHLIGHTS DIFFERENT SOCIAL ISSUES, LIFESTYLES, AND VALUES. AUTHORS MAY DEPICT THE ALLURE OF CITY LIFE ALONGSIDE THE CHALLENGES FACED BY RURAL COMMUNITIES. THE TENSION BETWEEN TRADITIONAL VALUES AND MODERN INFLUENCES IS A RECURRING THEME, OFTEN LEADING TO CONFLICT WITHIN FAMILIES AND COMMUNITIES AS CHARACTERS NAVIGATE CHANGING SOCIETAL NORMS. THESE SOCIAL ELEMENTS NOT ONLY PROVIDE DEPTH TO THE CHARACTERS AND PLOTS BUT ALSO SERVE AS A REFLECTION OF THE BROADER SOCIETAL ISSUES FACED IN PAKISTAN.

KEYWORDS: PAKISTANI URDU NOVEL, SOCIAL ELEMENTS, CULTURAL LANDSCAPE, SOCIAL CLASSES,STRUGGLES,PRIVILEGES , SOCIAL INJUSTICES,WOMEN,PATRIARCHAL NORMS,EDUCATION,WOMEN'S RIGHTS, GENDER DYNAMICS, IDENTITY CRISES, ,RELIGION, POLITICAL INSTABILITY, CORRUPTION

انسانی تخلیق کے بعد سب سے پہلا عمل لسانی تشکیل یعنی لفظ کا اجرا تھا جس نے بعد میں فقرے اور ادب کی شکل اختیار کر لی۔ادب میں مختلف افراد کے تاریخی، سماجی اور لسانی تجربات کو کرداری معنویت میں ڈھالتے ہوئے تحریری شکل دی جاتی ہے تا کہ قاری کو حال یا مستقبل میں ایک حوالہ مل جائے۔ سماج اپنے قومی مفاد کے لیے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جس سے تاریخ و تکنیک محفوظ ہو جاتی ہیں۔ ناول بھی ادبی تاریخ و سماجی تحقیق میں مددگار ثابت ہو جاتا ہے۔ ہندستان کے لیے ناول کا لفظ دیسی بھی ہے اور بدیسی بھی۔اسے بدیسی اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ موجودہ صورت میں یورپ سے آیا ہے۔انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا کے مطابق پہلے پہل لاطینی میں اسے مختلف ادبی ہیئتوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔بوکیشبو نے اسے نئے قصوں اور تماثیل کا نام دیا اور انگریزوں نے اسے سیرتی و کرداری قصوں کے لیے استعمال کیا۔وہاں سے یہ ہندستان میں آیا اور اسے اردو کی ادبی اصناف میں بھرتی کر لیا گیا۔ علی عباس حسینی لکھتے ہیں کہ ”اگر ناول کو دیسی مانا جائے تو ہندستان میں آدم علیہ السلام کا پہلا قدم اور ناول کی ارتقا باہمی متوازن دکھائی دیتے ہیں۔ ہندستان کو بھی ناول کا میر کارواں کہا جاسکتا ہے۔" (i) پروفیسر شارب ردولوی کہتے ہیں:

> ”ناول کو زندگی کا رزمیہ کہا گیا ہے۔یہ ایک دلچسپ صنف بھی ہے اور دشوار بھی۔۔۔۔دلچسپ اس لیے کہ اس میں ہر عہد اپنی تمام رعنائیوں، پیچیدگیوں اور کلفتوں کے ساتھ رواں نظر آتا ہے۔یہ ایک طرف اپنے زمانے کی تہذیبی و ثقافتی، سماجی اور تاریخی قدروں کا عکاس بھی ہوتا

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

ہے،دوسری طرف یہ شعور احساس اور آگہی کی بھی ترجمانی کرتا ہے۔ناول دشوار صنف اس لیے
ہے کہ زندگی کی بہت تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی اقدار کا ساتھ دینا اور ان قدروں سے ناول کو ہم
آہنگ رکھنا نہ آسان ہے اور نہ ہر ایک کے بس کا کام۔۔۔۔(ii)"

ناول نے قدیم اصنافِ ادب مثلاً قصہ کہانی،داستان اور تمثیل نگاری کو ایک نئی شکل عطا کردی۔اٹھارویں صدی عیسوی میں صنعتی انقلاب نے مغرب کو ایک نیا سماجی روپ دیا۔ادبی اصناف کی ادبی تشکیل میں بھی ترامیم کی گئیں۔داستانی ادب میں ہیئتی و موضوعی تبدیلی وقت کی ضرورت تھی،اسے سماجی رنگ دے کر ناول کی شکل میں پیش کردیا گیا۔جب سرمایہ دارانہ نظام اور اقتصادی حالات کو معاشی،سیاسی اور ساختی ترقی اقدار کی تبدیلی یا تنزلی سے منسلک کردیا گیا ہو تو ادیب کو ان تبدیلیوں کا مطالعہ کرنا لازم ٹھہرتا تھا۔اردو میں ادبی ناولوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ایسا ناول جس میں موضوع کے لحاظ سے فکری صلاحیت اور تحریر میں ادبی چاشنی موجود ہو،ادبی ناول کہلاتا ہے۔ایک گھٹیا ناول خارج کی تصویر کشی کرنے میں ناکام رہتا ہے،جب کہ ایک ادبی ناول خارجی بصیرت کو وسیلہ اظہار بناتا ہے۔ارسطو نے ادب کو تاریخ پر ترجیح دی تھی۔ایک عمدہ تخلیق کی جمالیاتی حظ،سماجی شعور اور فکری اور تاریخی اقدار سے قاری کو ایک نئی بصیرت ملتی ہے۔ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں کہ "سماج کو ناول میں اسی طرح چھوڑ دینا بھی غلط ہوگا کہ سماج ایک خارجی عوامل بن جائے۔لازم ہے کہ اس کو کرداری معنویت دے کر قاری،موضوع اور ادیب کے مابین ہم آہنگ کردیا جائے۔یہ مثلث جتنی زیادہ عمدگی سے بنی ہوگی، ناول اتنا زیادہ ادبی کہلائے گا۔"(iii)

پاکستانی ناول میں مندرجہ ذیل سماجی عناصر مشترک ملتے ہیں:

۱۔دیہی زندگی،جاگیردارانہ کلچر،ہاریوں اور نچلے طبقے کا معاشی و معاشرتی استحصال،عورتوں کا جسمانی،معاشی اور جنسی استحصال،ذات پات کا فرسودہ نظام،پیر پرستی،توہمات،رسہ گیری،غیرت کے نام پر قتل و غارت،کاروکاری اور ونی جیسی فرسودہ رسوم،نسل در نسل غلامی،تعلیم و تربیت سے محرومی،مہاجنی و ساہوکارانہ نظام وغیرہ

۲۔شہری زندگی،سرمایہ دار کلچر،مزدور کا استحصال،بیوروکریسی کی ناکامی،جرائم کی فراوانی،رشوت،منافع خوری اور دھوکہ دہی کا رحجان،زوال آمادہ تہذیبی اقدار کی پامالی،گداگری،سیاسی اکھاڑ پچھاڑ،سمگلنگ،نودولتیہ طبقات کا عروج و عیاشی،جسم فروشی،دفتری ابتر ماحول،میگاسٹی میں تبدیلی اور ماحولیاتی الودگی،فطری وریاستی جبر،لسانی و مسلکی تعصبات،دہشت گردی،منشیات وغیرہ۔

۳۔مہاجرین کے مسائل،مشرقی اور مغربی پنجاب میں آبادیوں کا سیاسی و مذہبی انخلا،ہجرت و نقل مکانی اور فسادات،قتل عام،جائیدادوں سے محرومی،عورتوں کا اغوا،یوپی،بہار اور دیگر علاقوں کے مہاجرین کو درپیش مسائل،خاندانوں کی تقسیم،مہاجر کیمپس کے مسائل،رہائشی،کاروباری اور زرعی املاک کی الاٹمنٹس،جعلی دستاویزات کی گرم بازاری،قبضہ گروپ سے املاک کی واگزاری میں

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

قانون کی بے بسی، نئے خطے اور نئی شناخت کی قبولیت اور عدم قبولیت کے مسائل، مہاجرین اور ترک شدہ ثقافت، پاکستان کا نیا سیاسی و سماجی منظر نامہ اور مایوسی وغیرہ۔

۴۔ سیاسی مسائل، قیامِ پاکستان سے پہلے کے سیاسی سانحات، جلیانوالہ باغ، پشاور قصہ خوانی کا قتل عام، پہلی جنگ عظیم و دوسری جنگ عظیم، آزادی اور فسادات، قائداعظم کی وفات، لیاقت علی خان کا قتل، مالی مسائل کا شکار مملکت، فوجی تاراجی ۱۹۵۸ء اور آمریت کا فروغ، جمہوری روایت کی بار بار معطلی، جنگ آزادی کشمیر ۱۹۴۸ء، ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ، ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات اور سیاسی بحران، بھارت کا حملہ اور بنگلہ دیش کی علاحدگی، سیاست دانوں کی سیاسی قلابازیاں، دوسرا مارشل لا ۱۹۷۸ء، مذہبی و لسانی اور سیاسی تعصبات کا عروج، جمہوری حکومتوں کی آمد و رفت وغیرہ۔

۵۔ صنفی مسائل، عورت کی سماجی حیثیت کا تعین، پردہ کے مسائل، تعلیم سے محرومی، شادی میں تاخیر اور دوبارہ شادی سے محرومی، ازدواجی و خانگی مسائل، جنسی مسائل و استحصال، جسمانی و جنسی مشقت کا استحصالی و جبری حصول، طوائف اور رکھیل، جاگیردارانہ استحصال، سرمایہ دارانہ استحصال، کاروکاری و ونی میں بدل نکاح یا بہ طور ہرجانہ پیش کش، ہجرت کے بعد اغوا اور جنسی واجتماعی زیادتی وغیرہ۔

تقسیم کے بعد ناول کا منظر نامہ تبدیل ہو گیا۔ تقسیم کے بعد لکھے جانے والے ناولوں میں آزادی، وطن سے محبت، قربانی اور فسادات کے اثرات ملتے ہیں جن سے قومی اتحاد کے فروغ کی بھی امید کی جا سکتی تھی۔ اعلان آزادی کے بعد انسانی جانوں کا ضیاع ہوا، عزتیں تار تار ہوئیں، املاک لٹ گئیں اور صدیوں کے سماجی تعلقات اور رشتے ناتے ختم کر دیے گئے۔ جس علاقے میں نسلیں گزر گئی ہوں وہاں اپنے آباؤاجداد کی قبریں، تہذیبی تعلقات، سماجی بندھن سب چھوڑ کر دوسرے ملک چلے جانا ایک تہذیبی المیہ کہلاتا ہے۔ ایم اسلم کا ناول "رقصِ ابلیس"، نسیم حجازی کا " خاک و خون" ، فکر تونسوی کا "چھٹا دریا" اور فیض رام پوری کا "خون اور آبرو" انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت اور ہندو سکھ بلوائیوں کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور بربریت کی داستانیں ہیں۔ قرۃ العین حیدر کا "آگ کا دریا" ایک تہذیبی، سماجی اور تاریخی ناول ہے۔ انھوں نے قدیم دور ہندستان تا انگریز کی آمد اور پاکستان کی تخلیق تک سبھی معاملات کو زیرِ بحث لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وقار عظیم لکھتے ہیں:

> "جس طرح ہمارے ناول نگاروں نے تاریخی ناول ایک خاص عہد کے سیاسی و معاشرتی مطالبات اور اس عہد کے لوگوں کے ذہنی و جذباتی تقاضوں کی بنا پر لکھے، اسی طرح ناول نگاری کے بعض دوسرے رجحانات میں بھی ان مطالبات اور تقاضوں کا عکس نظر آتا ہے۔۔۔۔۔۔ جن کے پیچھے قاری کی یہ خواہش اور آرزو کام کر رہی ہے کہ اسے اس کی پسندیدگی اور دلچسپی کے ناول پڑھنے کو ملتے رہیں۔ (iv)"

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
[HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT](https://jssr.online/index.php/4/about)

پاکستان کے قیام کے وقت ترقی پسند تحریک واحد ادبی تحریک تھی جو مصروفِ عمل تھی۔ ترقی پسند تحریک نے ادب کو سماجی مسائل کے ادراک اور حل کا ذریعہ قرار دیا اور ہئیت اور آرائش کی بجائے سماجی بہتری کو مضمون تصور کیا۔ ترقی پسندوں کے مطابق ہم چاہتے ہیں "کہ ہندستان کا نیا ادب ہماری زندگی کے بنیادی مسائل کو اپنا موضوع بنائے۔ یہ بھوک افلاس سماجی پستی اور غلامی کے مسائل ہیں۔" (v) ترقی پسند تحریک کا پہلا اجلاس اپریل ۱۹۳۶ء میں پریم چند کی زیرِ صدارت ہوا جس میں تخلیق کاروں اور تخلیقات کو ہندستانی سماج میں ہونے والی سیاسی و انقلابی تبدیلیوں سے مماثل کرنا تھا۔ ترقی پسند عشق معشوقی کو ترک کر کے سائنس و عقلیت پسندی کو فروغ دینے کے خواہاں تھے۔

> "ہندستانی ادیبوں کا فرض ہے کہ وہ ہندستانی زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بھرپور اظہار کریں اور ادب میں سائنسی عقلیت پسندی کو فروغ دیتے ہوئے۔۔۔اس قسم کے انداز تنقید کو رواج دیں گے جس سے خاندان، مذہب، جنس اور سماج کے بارے میں رجعت پسندی اور ماضی پرستی کے خیالات کی روک تھام کی جا سکے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ ایسے ادبی رجحانات کو نشو و نما پانے سے روکیں جو فرقہ پرستی، نسلی تعصب اور انسانی استحصال کی حمایت کرتے ہیں۔" (vi)

پاکستان کی مذہبی بنیاد محمد بن قاسم کی سندھ آمد یا پہلے مسلمان کی ہندستان آمد کے ساتھ منسلک ہے۔ تقسیم کے بعد بڑے ناولوں کا جائزہ لینے پر آزادی کے موضوع پر لکھے گئے ناول بکثرت ملتے ہیں جن میں "رقصِ ابلیس" از ایم اسلم، "۱۵ اگست" از رشید اختر ندوی، "ڈربے" از اے حمید، "یا خدا" از قدرت اللہ شہاب وغیرہ شامل ہیں۔ سیاسی اقدار پر ناولوں کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے جن میں "آگ کا دریا" از قرۃ العین حیدر، "سفینہ فہم دل" از قرۃ العین حیدر، "گنگا جمنی میدان" از جمیلہ ہاشمی، "اداس نسلیں" از عبداللہ حسین، "آنگن" از خدیجہ مستور، "نے چراغ نے گلے" از نثار عزیز بٹ، "بستی" از انتظار حسین، "سنگم" از احسن فاروقی از سید شبیر حسین وغیرہ شامل ہیں۔ بے روزگاری، غربت اور "اس شمع کے آخری پروانے" از رشیدہ رضویہ، "جھوک سیال دوسری سماجی محرومیوں کی عکاسی کے لیے "دیوار کے پیچھے" از انیس ناگی، "پریشر ککر" از صدیق سالک، "سیاہ آئینے" از فاروق خالد، "خدا کی بستی" از شوکت صدیقی کے نام اہم ہیں۔ پاکستانی معاشرتی اقدار کی عکاسی کے لیے "علی پور کا ایلی" از ممتاز مفتی، "آبلہ پا" از رضیہ فصیح الدین، "خوشیوں کا باغ" از انور سجاد، "شہرِ بے مثال" از بانو قدسیہ، "راجہ گدھ" از بانو قدسیہ، "دستک نہ دو" از الطاف فاطمہ دستیاب ہوتے ہیں۔ دیہاتی اور جاگیر دارانہ نظام پر لکھے جانے والے ناولوں میں "ایسی بلندی ایسی پستی" از عزیز احمد، "جنت کی تلاش" از رحیم گل، "میرا گاؤں" از غلام الثقلین شامل ہیں۔ جلال الدین احمد کا کہنا ہے:

> "جس طرح کے ناول ہماری زبان میں لکھے گئے ہیں اس میں تصنیف کا درجہ یقیناً بلند ہے۔ ان صفحات میں ہمیں انسانی کردار، جذباتی پس منظر اور عمل کا اظہار کچھ ایسے تسلسل اعتماد معروضیت کے ساتھ ملتا ہے کہ باوجود ان زمانی و مکانی حدود کے جن کی پابندی ناول کے ماحول، پلاٹ اور اس

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

> کے مخصوص اور منفرد اشخاص کو کرنی پڑتی ہے۔ہم محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ان سے الگ ہٹ کر خود عام اور وسیع انسانیت کے بارے میں ہمیں ایک نئی بصیرت ملی ہے۔(vii) ‘‘

عزیز احمد کے چھ ناولوں میں آزادی کے بعد دو’’ ایسی بلندی ایسی پستی‘‘ اور’’ شبنم‘‘شائع ہوئے۔ان کے ناولوں میں شہری زندگی کی الجھنیں،جذباتی پیچیدگیاں، جنسی تلذذ،مغربی و مشرقی اقدار کا تصادم،ہندستانی تہذیب کی ٹوٹ پھوٹ اور طبقاتی کشمکش کا اظہار ہے۔’’ایسی بلندی ایسی پستی‘‘ عیاش مسلم امرا خاندانوں کی خاکہ نگاری اوران کے تساہل و تن آسانی پر طنز ہے۔مغربی تقلید کے مشرقی اقدار پر اثرات،ہندستانی روایات،مذہبی اقدار،خاندانی ونسوانی وقار سبھی کو بہت عمدگی سے موضوع کا حصہ بنایا گیا ہے۔

قدرت اللہ شہاب کا ناول’’یاخدا‘‘دلشاد نامی خاتون کی کہانی ہے جس کے ساتھ تقسیم کے بعد سکھوں اور وطن پہنچنے کے بعد مسلمانوں کا سلوک مساوی بہیمانہ تھا۔

> ’’وہ اکیلی رہ گئی تھی۔۔۔بے یارومددگار۔۔۔مسجد کے دروازے کے ساتھ لگی ہوئی۔۔سہمی ہوئی،حیران۔۔۔۔لیکن اس کے دم سے مسجد پھر آباد ہو گئی تھی۔۔۔لوگ باریاں باندھ باندھ کر وہاں آتے تھے۔۔۔انھیں یہ فخر ہوتا کہ وہ گن گن کر ساڑھے تیرہ سو برس کی اذانوں اور نمازوں کا بدلہ چکارہے ہیں۔(viii) ‘‘

یہ ناول اس عہد کے عمومی رجحانات اور سماجی اقدار کی پامالی کا عکاس ہے۔دلشاد جیسی کئی غریب الوطن مجبور مہاجر خواتین کو سکھوں نے عصمت دری کرکے ذلیل کیا،پاک وطن پہنچنے پر یہ خالی ہاتھ لوگ طوائفوں اور دلالوں کے ہتھے چڑھ گئے۔لاہور اور دوسرے شہروں میں ان بے سہارا جوان عورتوں کو گوشت کی ایک ڈھیری ہی سمجھا گیا۔دلشاد سوچتی ہے۔’’اس کے تخیل میں تو مغرب کی ساری کائنات تھی۔جس میں اسے سارے اپنے ہی نظر آتے تھے لیکن یہاں کی اینٹ اینٹ اس سے پوچھتی تھی کہ کون ہو تم؟ تمھاری جیب میں پیسے ہیں؟ تمھارے جسم میں تازگی ہے؟‘‘(ix:ممتاز شیریں نے یاخدا کے نسوانی کرداروں پر اس طرح تجزیہ کیا ہے:(

> ’’اس کہانی کاالمیہ یہ ہے کہ مشرقی پنجاب سے ظلم سہہ کر جب دلشاد اپنے روحانی وطن مغرب میں پناہ لینے آتی ہے تو اپنے بھی اس سے بیگانوں کا سلوک کرتے ہیں۔اپنوں اور بیگانوں سے اس نے وہ صدمے اٹھائے ہیں،اس کی عزت یوں لٹی ہے کہ اب اس کا ضمیر مرچکا ہے،اس کی روح مسخ ہو چکی ہے اور وہ جسم فروشی کو اپنا ذریعہ معاش بنالیتی ہے۔(x)‘‘

خدیجہ مستور کے ناول’’ آنگن‘‘ اور’’ زمین‘‘ بھی ہجرت کے تناظر میں لکھے گئے ہیں۔’’ آنگن‘‘سیاسی ناول ہے جس میں ہندستان کی سیاسی فضا،ہندوؤں اوران کی نمایندہ جماعت کانگریس،مسلمانوں اوران کی نمایندہ جماعت مسلم لیگ،فریقین کے ذاتی تعلقات اوران میں پائی جانے والی کھینچاتانی کی فضا نظر آتی ہے۔کانگریس اوراس کے حامی انگریزوں سے آزادی کو ہی کافی سمجھتے ہیں جب کہ مسلم اور مسلم لیگ والے انگریزوں سے آزادی کے ساتھ ایک مسلم ملک کے خواہش مند بھی ہیں۔۱۸۸۵ء میں کانگریس کے قیام کے بعد ہندوؤں کو مسلمانوں پر واضح عددی وسیاسی برتری حاصل تھی۔انھوں نے کچھ ایسے معاندانہ اقدامات کیے کہ مسلمانوں کو ایک

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

الگ جماعت کی بنیاد رکھنا پڑی جو ان کے حقوق کی محافظ جماعت ہو۔ سیاست ملکی، ریاستی اور گلی محلے کی حد پار کرتے ہوئے گھروں کے تعلقات بھی خراب کر دیتی ہے، یہی "آنگن" کا منظر نامہ ہے۔ چھمی کے ابا کو انگریز غلامی چبھتی تھی اور اپنے بچوں کی تعلیم اور مذہبی تشخص کو بچانے کے لیے الگ ملک کے حامی تھے۔ عالیہ کا گھر ملکِ ہندستان کی طرح بھانت بھانت کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ خانگی سطح پر اس مذہبی اور سماجی انتشار کو ہوا دینے والی قدر سیاست تھی۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے اس بحرانی کیفیت کو وار اینڈ پیس جیسی بحرانی کیفیت سے مشابہ قرار دیا ہے:

> ”دونوں ناولوں میں افراد کی زندگیوں کے بحرانی لمحات کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ وار اینڈ پیس کے کردار جنگ اور دیگر خارجی حالات کے محض تماشائی نہیں بل کہ ان کے اثرات ان کی داخلی زندگی میں محسوس کئے جارہے ہیں۔ یہ اثرات اتنے واضح ہیں کہ محبت، نفرت، خلوص کے جذبات پر ان کے سائے چھائے ہیں۔ بعینیہ یہی کیفیت آنگن میں بھی ملتی ہے۔ یہاں بھی آزادی سے قبل کے بحرانی اثرات افراد محسوس کر رہے ہیں۔ ان کا عمل اور سوچ خارجی حالات کے تابع نظر آتا ہے۔(xi) “

آنگن میں سیاسی پرچار کی بجائے سیاست اور سماجی تبدیلیوں کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک الگ ہی تکنیک بنائی ہے جس سے یہ ہندستان کی تاریخ پر ناول کی داخلی ادبی سند بن جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں سیاسی جماعتوں کی بنیاد رکھنے کے سن نہیں دیے گئے لیکن مضمون نگاری اور سماجی حقائق نے اسے ایک حقیقت میں بدل دیا ہے۔ خدیجہ مستور کا دوسرا ناول ”زمین“ ہجرت کے بعد کی ناانصافی، سماجی اور نفسیاتی مسائل پر مشتمل ہے۔ پاکستان حاصل کرنے کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کو برابری کی سطح پر لانا اور ان کے مابین عدل کا قیام تھا لیکن یہاں ہر شخص مفاد پرستی اور لوٹ کھسوٹ میں لگا ہوا تھا۔ انسانی رویوں کی بے مروتی اور اقدار کی تذلیل ایک وفادار وطن پرست کو مایوس کر دیتی ہے۔ اس ناول کے ہیرو ناظم کے ان الفاظ کو اس سماج کا آئینہ دار سمجھنا چاہیے۔

> ”میں جمہوریت، انصاف اور مساوات کا حامی ہوں اور زبان پر پابندیوں کے خلاف ہوں، حکومت پر تنقید کرتا ہوں۔ انھیں تو یہ بھی برا لگتا ہے کہ میں پاکستان کو ایک مثالی ملک بنانے کا خواب دیکھتا ہون۔ انھیں ان باتوں سے سازش کی بو آرہی تھی اور وہ سازش کا پتا لگانا چاہتے تھے۔۔۔ جب میں نے انھیں یقین دلایا کہ میں بھی پاکستان کو من و سلویٰ سمجھ کر کھاؤں گا تو مجھ پر جو عذاب نازل ہونا تھے وہ ختم کر دیے گئے اور میں رہا ہو گیا۔(xii)“

”زمین“ مہاجرین اور مقامی لوگوں کے باہمی تعلقات اور رویوں کا عکاس ہے۔ اپنی پوری تہذیب اور املاک کو قربان کرنے کے بعد بچے کھچے افراد کے ساتھ آنے والے مسلمانوں کو یہاں مقامی لوگوں نے بھی حقیر جانا اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔ نوزائیدہ پاکستان بھی ان مہاجرین کے لیے ایک خدشہ بن کر رہ گیا جو پاکستانی معاشرے کی سماجی و اخلاقی تنزلی کا آغاز تھا۔

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

عبداللہ حسین کا ناول ''اداس نسلیں'' اردو کا ایک نمایاں ناول ہے جس میں جنگ عظیم اول، مسلم ہندو اقدار اور باہمی تنازعات، انگریزوں کی مکاریاں اور تقسیم ہند کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔اس ناول کا ایک بڑا حصہ تقسیم ہند سے پہلے کے واقعات پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر قمر رئیس کے بہ قول، ''اداس نسلیں پہلا ناول قرار پائے گا جس میں برصغیر کے حالات کو ایک کسان کے بیٹے کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور تسلیم کرنے کے لائق یہ ہے کہ اس جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان میں سب سے زیادہ جانیں محنت کش طبقے نے عبداللہ حسین کے اس ناول میں طبقاتی اور تاریخی شعور اس کی ادبیت کو بہتر کر دیتا ہے۔دیوندر اسر کا خیال ہے کہ (xiii) دی ہیں''۔ اداس نسلیں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کے واقعات کو زیرِ بحث لاتا ہے۔مصنف نے تاریخ، واقعات اور کرداروں کو ایک جگہ مجتمع کرتے ہوئے زبانی جذبات واحساسات، مسرتوں اور ناکامیوں کو عمدگی سے پیش کیا ہے جس سے اس دور کا تاریخی کرب اور دکھ قاری کو محسوس ہوتا ہے۔عبداللہ حسین نے جنگی کیفیت اور فوجیوں کی جذباتی اور نفسیاتی الجھنوں کی بجا طور ترجمانی کی ہے۔ہندستانی لوگ انگریزوں کے ساتھ مل کر جرمن فوج کے خلاف لڑ تو رہے تھے لیکن اس کے پیچھے مقامی وڈیروں کو ملنے والی مراعات کا جبر تھا۔یہ عام فوجی بے خبر تھے کہ ان کی جرمن سے کیا دشمنی تھی۔اداس نسلیں پہلا ناول ہے جس میں پنجابی کسان کی رومان پرور زندگی، جرات اور محنت کے استحصال کی عکاسی ہے۔پہلے اسے جنگ عظیم اول میں جھونکا گیا، پھر انقلاب کے نام پر ذبح کیا گیا۔۱۹۱۹ء کے سانحہ جلیانوالہ میں بھی میلہ بیساکھی منانے آئے ہوئے عام کسانوں کا خون بہا جنھیں مانع مجمع دفعہ لاگو ہونے کا علم نہ تھا۔سانحہ جلیانوالہ کے بعد برطانوی سامراج نے جو مظالم ڈھائے، ان کا اثر عام کسانوں پر پڑا۔آزادی کے بعد بھی کسان طبقہ زیادہ متاثر ہوا کیوں کہ ان کے پاس سوائے ہجرت کوئی اور راہ باقی نہیں تھی۔یہ ناول ایک فرد یا گھرانے کا المیہ نہیں بل کہ پس ماندہ کسانوں کا رزمیہ بھی ہے، جس نے برطانوی غلامی کے پرآشوب دور میں اداس نسلیں پیدا کیں۔ناول میں عورت کا جنسی اور نفسیاتی استحصال بھی ملتا ہے۔

عبداللہ حسین کا ناول ''باگھ'' ۱۹۶۵ء کی جنگ اور اس کے پس منظر میں جاری آپریشن جبرالٹر کی عکاسی کرتا ہے۔اس میں پاکستانی فوج کی آمریت کو ایک سماجی انحراف کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔فوج ایک طرف تو کشمیری لوگوں کو بھارت کے چنگل سے بچانا چاہتی ہے، دوسری طرف اپنے شہریوں کی حق تلفی کرتے ہوئے انھیں اپنے مقاصد میں استعمال کرتی ہے۔اس ناول کا سماج ایک ادیب کی سماجی انقلابی ذمہ داریوں کے ساتھ منسلک ہے جنھیں عبداللہ حسین نے احسن طور نبھانے کی کوشش کی ہے۔عبداللہ حسین کا ناول ''قید'' مذہبی اجارہ داری، عورت کا نفسیاتی، نسائی اور سماجی استحصال، ڈبہ پیروں اور ان کے متقلدین، فوجی زندگی اور اس میں ۱۹۷۱ء کے بعد آنے والی تبدیلیوں، انسان کی بے بسی اور خواہشات کی عدم تکمیل کی بنیادوں پر قائم مسائل اور ان کے ممکنہ حل کی نشاندہی کرتا ہے۔''قید'' کا بہ طور موضوع سماج، سماجی اقدار، مذہب اور سیاست کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

عصمت چغتائی نے اپنے ناول ''ضدی'' میں طبقاتی نظام کا مذاق اڑایا ہے۔طبقاتی اونچ نیچ سے ماورا ایک نوجوان اپنی ایک نیچ ذات نوکرانی سے محبت اور شادی کرتے ہوئے سماج سے الجھ پڑتا ہے اور جان دے دیتا ہے۔''ٹیڑھی لکیر'' کا سماج متوسط طبقے کی مسلم خواتین کی عورتوں کی فکری اور نفسیاتی جہتوں کو بیان کرتا ہے، جس میں انھیں ان گھرانوں کی زبان دانی پر عبور حاصل ہے۔

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

نسیم حجازی کا ''خاک وخون'' تقسیمِ ہند اور فسادات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے جس کے چار حصے ہیں۔پہلے حصے " مسکراہٹیں " میں سلیم اور مجید کا خوشحال اور پُر سکون بچپن نظر آتا ہے۔دوسرا حصہ " دھڑکنیں "ہے جس میں تحریک پاکستان کا پس منظر سیاسی جماعتوں کا تذکرہ اور ملکی حالات پر نظر ڈالی گئی ہے۔تیسرے حصے "سرخ لکیر" میں قیامِ پاکستان کے حوالے سے بحث ہے۔اس حصے میں باؤنڈری کمیشن کے سربراہ ریڈ کلف اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی رپورٹس میں تغیر اور ہندو اکثریت کے ماؤنٹ بیٹن کو گورنر جنرل بنانے کے وعدے کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔چوتھا حصہ " آزادی" نئے ملک کے قیام،مہاجرین کے مسائل،مصائب اور فسادات کے نتیجہ میں ہونے والی خونریزی کا تذکرہ ہے۔

قرۃالعین حیدر جاگیر دار سماج کے سارے سماجی نشیب و فراز اور ہتھکنڈے جانتی تھیں۔وہ اپنے ناول کو کہانی اور کردار نگاری کی بنیاد پر اس عہد کی تہذیب کی مثال بنا دیتی ہیں۔ان کے ناول'' میرے بھی صنم خانے'' میں فسادات،قتل وغارت،سیاسی چالبازی،سماجی اونچ نیچ اور طبقاتی شعور سے قاری کو آگاہی ملتی ہے۔ناول'' سفینہ غم دل'' سوانحی طرز کا ناول ہے،جو ۱۹۴۲ء کی''ہندستان چھوڑ دو''تحریک سے آزادی تک کے واقعات کا احاطہ کرتا ہے۔اس کے کردار مشترکہ ہندستانی کلچر کے عکاس ہیں جن سے مصنفہ کے سیاسی رجحانات کو جِلا ملتی ہے-تاریخی اعتبار سے کمزور ان دونوں ناولوں میں اودھ کے تعلقہ دار خاندان کی تاریخ،معاشرت اور اندازِ رہن سہن کا بیان ہے۔مصنفہ کا تیسرا ناول ''آگ کا دریا'' مسلم دورِ حکومت کی ابتدا،مسلم دور کا عروج،اودھ کے سلاطین کا زوال اور تقسیم کے بعد کچھ عرصے کی ادبی تاریخ پر مبنی ہے۔قرۃالعین اس بات کا کامیاب تاثر دیتی ہیں کہ جب کسی سماج کا مخصوص طرزِ عمل تاریخ کی چکی سے گزرتا ہے تو اس میں نئی اقوام اور تہذیبوں کے دخول سے سماجی اور تہذیبی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔یہ تبدیلیاں سماجی،ادبی اور تاریخی تنوع کی بنیاد قرار پاتی ہیں۔افضال بٹ لکھتے ہیں:

> ''آگ کا دریا ایک شاہکار ناول ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ وقت دراصل ایک آگ کا دریا ہے جس میں انسان کی علمیت،بہادری اور ذہانت وقت کے آگے بے بس تنکے کی طرح ہیں۔انسان تاریخ کے جبر کے آگے بے بس اور لاچار ہے۔مختلف تنقید نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آگ کا دریا میں ہندستانی شعور کی تاریخ کو پیش کیا گیا ہے۔(xiv) ''

اس ناول میں قرۃالعین حیدر کا جھکاؤ مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں کی طرف زیادہ ہے۔وہ اپنے مسلمان قاری کو مطمئن کیے بغیر ہندو تہذیب اور عقائد کو فوقیت دیے چلی جاتی ہیں۔وہ پاکستان کا قیام تہذیبی کشی کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں۔''آگ کا دریا کی بہت تعریف کی گئی ہے۔لیکن اگر اس ناول کی بنیاد تاریخ پر ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس میں اسلامی دور کے ساتھ انصاف نہیں ہوا۔'' (xv(

شوکت صدیقی ترقی پسند اور سماجی حقیقت نگار تھے۔انھوں نے جمالیاتی انداز کے ساتھ معاشرتی خصوصاً شہری زندگی کے مسائل مثلاً ظلم،استحصال،عدم مساوات اور جرائم کو اپنے سماجی شعور کے اظہار کے ساتھ فنی اور فکری انداز میں بیان کیا ہے۔ناول'' خدا کی

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

بستی'' خالص پاکستانی معاشرت کا ناول ہے، جس میں جرائم پیشہ لوگ، بچوں کا جنسی استعمال، طبقاتی کشمکش، پیسوں سے خریدے گئے ووٹ اور ان پر قائم نام نہاد جمہوریت، مارکسی اور اشتراکی نظریات بالخصوص شہری زندگی میں نچلے طبقے پر ہونے والے ظلم و زیادتی اور جرائم کی حقیقت پسندانہ عکاسی ملتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''خدا کی بستی میں غربت اور ہوسِ زر کی آویزش کو سماجی جرائم اور اخلاق باختہ کرداروں سے نمایاں کیا گیا ہے۔اس ناول کے نظریاتی مقاصد بے رحم حقیقت نگاری میں چھپ جاتے ہیں۔ سلطانہ، نوشا اور ان کی ماں نیاز بیمہ ایجنٹ، راجہ ڈاکٹر موٹو اور سلیمان سب معاشرے کے حقیقی کردار ہیں جو خیر و شر کی نمائندگی ودیعت شدہ مزاج کے مطابق کرتے ہیں اور بالآخر اپنے اپنے اعمال کی مکافات سے نپٹتے ہیں۔ (xvi)''

شوکت صدیقی نے '' خدا کی بستی'' کی شہری زندگی کے برعکس ناول ''جانگلوس'' میں دیہی معاشرت اور جاگیر دارانہ نظام پر گہری تنقید کی ہے۔ کمزور ہاریوں، بھٹہ مزدوروں اور مزارعین کو جاگیر دار جھوٹے مقدمات میں پھنسا دیتے ہیں۔ جن کو قانون رہا کر دے یا جو اس سماجی جبر کے خلاف آواز اٹھائیں، انھیں اپنے جان ومال سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔ پنجاب کی دیہی معاشرت کا ظاہر و باطن الگ الگ ہے۔ شوکت صدیقی نے کمال فن سے خارجی مواد سے ایک سماجی شعور حاصل کیا اور کرداروں کے باطن و ظاہر سے معاشرت و اعتقادات کا ادراک کر کے اپنے ناول کی زینت بنا دیا۔ بہ طور ترقی پسند ادیب، ان کے ہاں ترقی پسند نسائی شعور کافی توانا ہے۔ جاگیر داری سماج میں عورت ایک کھلونا تھی تاہم سرمایہ داری نے اپنے عروج میں اس کو جزوی طور پر آزاد کر دیا۔ بورژوا جمالیات عورت کو فقط جنسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے مگر ترقی پسند تحریک نے اسے انسان جانا اور سماجی کشمکش میں مرد کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔ شوکت صدیقی نے ترقی پسند ہونے کا حق ادا کر دیا۔

فضل کریم فضلی کا ناول ''خون جگر ہونے تک'' ۱۹۴۱ء میں بنگال کے قحط سے جنگ عظیم دوم تک کے تاریخی ادب پر مشتمل ہے۔ اس کا محور بنگال کا پس ماندہ اور مفلس دیہاتی سماج ہے۔ اس ناول میں بنگال کے قحط کی بڑی وجوہات کو قاری کے سامنے پیش کیا گیا ہے، مثلاً دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کو شکست، صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں مقامی دست کاروں کی بے روزگاری، سیلابی تباہ کاریاں، ذخیرہ اندوزی اور سماجی ناانصافی۔ فضل کریم احمد فضلی کے بیس سال کے ذاتی تجربات پر مبنی اس ناول کو سماجی اور سوانحی ناولوں کی فہرست میں رکھا جاسکتا ہے۔ عبدالسلام لکھتے ہیں

> ''اس ناول میں بنگال کے دیہات کی پوری زندگی سمٹ کر آگئی ہے۔ وہاں کی معاشی حالت، متوسط درجے کے مسلمانوں کی تعلیمی اور ذہنی کیفیت، ان کی سیاسی جدوجہد، ہندوؤں سے ان کا تصادم، ہندوؤں کا اثر، افسران کا عوام کے ساتھ رویہ، بنگال کی غذائی حالت، قحط کی ہولناکی، اسلام کی افادیت، اس کے مقابلے میں اشتراکیت کی مذمت، یہ تمام باتیں ناول میں بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ (xvii)''

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

فضل کریم احمد فضلی کا دوسرا ناول ''ترنگ'' دیہاتی معاشرت اور تہذیبی اقدار پر سماجی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ناول کا اہم کردار کو کینی نشہ باز ہرپال سنگھ محبت میں ناکامی کے بعد نشہ کر کے اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں تباہ و برباد کرتا ہے۔ایسے لوگ سماجی اقدار کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، لہٰذا سماج میں ایسے افراد کے لیے کوئی جگہ یا برداشت نہیں ہوتی۔ جمیلہ ہاشمی کا ناول ''تلاشِ بہاراں'' تقسیم سے پہلے کی تہذیب کا عکاس ہے۔ مرکزی کردار کنول کماری فکری موضوع ''انسانیت بچاؤ'' کے تھیم کے گرد گھومتا ہے۔مثالی کرداروں میں یہ نسائی کردار نذیر احمد کے مثالی کرداروں سے زیادہ لچک دار اور عمدگی سے تخلیق کیا گیا ہے۔ڈاکٹر سہیل بخاری نے لکھا ہے ۔''کتاب کا موضوع عورت کی مظلومیت ہے۔ دکھیا عورتوں کی جتنی سر گزشتیں اس ناول میں بیان کی گئی ہیں ان کا ماحصل یہی ہے کہ)جیلانی بانو کا ناول ''بارش سنگ'' ترقی پسند سوچ کا مظہر ہے جس میں آزادی سےxviii)'' ہمارے سماج کی عورت بہت مظلوم ہے۔ پہلے اور بعد کے دکن کے سیاسی و سماجی حالات اور عوامی تحاریک کا بیان ہے۔ ریاست تلنگانہ کے دیہی معاشرے میں جاگیردارانہ نظام حسب سابق قائم و دائم رہتا ہے۔پریم چند اور جیلانی بانو کی ناول نگاری کے سماجیاتی مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اس دور میں سامراجی قوتیں اور اور آزادی کے بعد قومی سرکار ان جاگیرداروں، ساہوکاروں اور مہاجنوں کے مفادات کی نگہبان تھی۔ اس ناول میں دو ادوار کے سماجی شعور، موجودہ عہد کے سماجی اقدار اور ان کی شکست وریخت کے تقابل کی گنجائش موجود ہے۔

جھوک سیال'' دیہی سماج کا آئینہ دار ناول ہے جسے تحصیل دار سید شبیر حسین نے ''خون جگر ہونے تک'' کے اسلوب اور تیکنیک'' سے لکھا۔ یہاں جاگیر دار اپنی طاقت کے زور پر دھونس جما کر کسانوں کا استحصال کیے جا رہا ہے۔ مذہبی رہنما مذہبی آڑ میں سماج کو دھوکا دیے جا رہا ہے حتیٰ کہ اپنے مریدین کو ہوس کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ دیہی سماج ایک بداعتقاد، تقدیر پرست، پیر پرست اور منفی سیاست کا مارا ہوا سماج ہوتا ہے۔ ''جھوک سیال'' کو احمد ندیم قاسمی نے پریم چند کے ناول ''گئودان'' کے بعد دیہی موضوعات پر لکھے ناولوں میں سب سے اعلیٰ مقام پر رکھا ہے۔ غلام الثقلین کا ناول ''میرا گاؤں'' دیہی سماج، بے حس جمہوری نظام، سیاسی منفیت، لاقانونیت اور مادیت پرستی کی سماجی اقدار کے موضوعات پر مشتمل ہے۔اس ناول میں سماجی مسائل اور سائنسی ترقی متوازی ملتی ہے۔ گاؤں میں ملیریا سے اموات اس بات کی دلیل ہیں کہ اس جگہ کے رہائشیوں کو سماجی شعور حاصل نہیں۔ گندم پیسنے کی چکی سے سماج میں ارتقائی عمل شروع ہو جاتا ہے اور دیگر ضروری مشینری بھی دیہات میں لائی جاتی ہے۔ یہ ناول قیامِ پاکستان کے عہد کا عکاسی کرتا ہے۔

تقسیمِ ہند، فسادات، مہاجرین کی آمد، نئے ملک کے مسائل، جمہوری حکومتوں کا تسلسل قائم نہ رہنا اور مارشل لا نے اردو ناول پر گونا گوں اثرات چھوڑے۔ ادب کی ضروریات، ادیب کا انداز فکر، قاری کا انداز فکر اور مطالعہ کی خواہش، قومی مسائل اور جدید اسلوب نے حتی الامکان ادبی و تخلیقی تبدیلیاں لانے میں مدد کی۔ چھٹے عشرے میں ترقی پسند تحریک کا جزوی خاتمہ اور مارشل لا انتظامیہ کے احکامات کے تحت اظہارِ بیان پر پابندی نے علامتی ناول نگاری یا تمثیل کاری کو فروغ دیا۔ ناول کو اپنی تخلیق کے لیے مواد سماج اور حیات سے ملتا ہے ، لہٰذا اس ادب کا مطالعہ قاری کو زندگی کی اقدار میں تبدیلی یا ترمیم میں مدد دیتا ہے۔ پاکستانی ناول کو سماجی، سیاسی، نفسیاتی اور اقتصادی جہتوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ ادبی تکرار کے علاوہ جدید رجحانات بھی پیش کیے جا سکیں۔ ادب کسی بھی سماجی کیفیت کا آئینہ دار ہوتا ہے،

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

جس کا مقصد وقت اور سماج کی تبدیلی کو جمالیاتی انداز سے خود میں محفوظ کرنا ہوتا ہے۔جمالیاتی صفت کے بغیر یہ تاریخ تو بن سکتا ہے مگر ادب کا درجہ نہیں پا سکتا۔آزادی کے بعد کے سماجی مسائل سے اردو ناول میں کلاسک،جدید اور دوسرے تکنیکی و تحاریکی تجربات کا احساس ہوتا ہے۔تاریخِ پاکستان اور اردو ادب دونوں میں ایک اہم موڑ سقوطِ ڈھاکہ ہے۔اس کے اسباب میں عالمی قوتیں،بنگالی ہندوؤں کی سازشیں،پاکستانی سیاست دانوں کی نااہلی،پاک فوج اور عوام کی سیاسی عدم بلوغت بھی سرفہرست نظر آتے ہیں۔اردو افسانوی نثر بالخصوص ناول میں اس پر کافی زیادہ بحث ملتی ہے۔ناول میں قاری کو زندگی،سماج اور گزرا ہوا عہد نظر آتا ہے۔ایک تخلیق کار معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے۔ملک کا سقوط نئی سماجی تبدیلی ہونے کے ناطے تخلیقات کا باعث بنا،بل کہ اس میں ملک کے مستقبل کی پیش گوئیاں کرنے کی صلاحیت بھی نظر آتی ہے۔سقوط کے ذمہ داروں میں پاک فوج اور سیاست دان برابر کے شریک تھے،اس لیے ناول نگاروں کے ہاں علامتی اور تمثیلی انداز بھی ملتا ہے۔رومانوی تحریک والوں کی جذباتِ انسانی جب کہ ترقی پسندوں کی مسائلِ انسانی کی بنیاد پر تخلیقات سے سقوط کی ادبی تاریخ متعین ہوتی ہے۔اردو ناول میں سقوطِ ڈھاکہ کے موضوع پر کافی ادبی تخلیقات موجود ہیں جن سے اس عہد کی سماجی کشمکش،تاریخی شعور اور سماجی و سیاسی تبدیلیوں کو جان کر قاری اپنے اکثر سوالات کے تشفی بخش جوابات پا سکتا ہے،مثلاً "خون جگر ہونے تک" از فضل احمد کریم فضلی،"خاکی وردی لال لہو" از عنایت اللہ،"صدیوں کی زنجیر" از رضیہ فصیح احمد،"بستی" از انتظار حسین،"چلتا مسافر" از الطاف فاطمہ،"راکھ" از مستنصر حسین تارڑ،"زندہ بہار" از فہمیدہ ریاض،"اللہ میگھ دے" از طارق محمود،"مٹی آدم کھاتی ہے" از حمید شاہد،"ماتم شہر آرزو" از رووف ظفر وغیرہ۔عنایت اللہ کا ناول "خاکی وردی لال لہو" ۱۹۷۱ء کے سقوطِ ڈھاکہ کی ادبی تاریخ مرتب کرنے کے لیے ایک اہم ناول ہے۔یہ ان کے ناول "طاہرہ" کا حصہ دوم ہے جو نہ صرف ایک عام قاری کے ذہن میں ابھرتے سوالات کے جواب دیتا ہے بل کہ قاری میں جذبہ حب الوطنی کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔بہ قول عنایت اللہ :

> "مشرقی پاکستان کی جنگ پاک بھارت جنگ بن گئی تھی۔میجر اصغر نے کہا،"یہ دراصل پاکستان کے لیے اپنے لیڈروں کی جنگ تھی،یہ اسی کُرسی کی جنگ تھی جس کی خاطر دین و ایمان الگ رکھ کر جھوٹ بولے جاتے ہیں۔ان لیڈروں نے آدھا پاکستان دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔(xix)"

رضیہ فصیح احمد کا مشرقی پاکستان کے لوگوں کی مغربی پاکستان والوں سے نفرت کا عکاس ناول "صدیوں کی زنجیر" ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔قاری جان سکتا ہے کہ بنگالیوں کی سیاسی اور سماجی تذلیل نے انھیں نفسیاتی طور پر دوراہے پر لا کھڑا کیا،حتیٰ کہ وہ اپنے ہی ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کا قتلِ عام کرنے پر تل گئے تھے۔مصنفہ نے مشرقی پاکستان والوں کی ثقافت اور فنونِ لطیفہ کی ستائش کا بھی خوب صورت انداز اپناتے ہوئے ان امن پسند بنگالیوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے،جنھوں نے اپنی جان پر کھیل کر بہاری مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔اس ناول میں ناول نگار نے اس سانحے کا ذمہ دار فوج اور اس کے نا روا رویہ کو ٹھہرایا ہے۔انتظار حسین نے اپنے ناول "بستی" میں جنوبی ایشیا کی مسلم تاریخ،جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء،قیامِ پاکستان،۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ،۱۹۷۱ء میں مشرقی بنگال کی شورش اور پاک

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL
SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

بھارت جنگ کے ساتھ مشرقی پاکستان کے قیام کو زیرِ بحث لانے کی بہترین کاوش کی ہے۔ادبی تاریخ کے حوالے دستیاب ہونے کی وجہ سے اس ناول کو سماجی اور سیاسی تاریخ بھی کہا جا سکتا ہے۔ بہ طور تخلیق کار، انتظار حسین نسلی و سماجی تفاوت کو مذہبی اقدار پر ترجیح دیتے ہیں۔ان کے نزدیک وہ تمام افراد جو اپنے قدیم وطن سے رضامندی یا زبردستی اس نوزائیدہ مملکت میں دھکیل دیے گئے تھے، ان کی ذات کی تکمیل پرانی تماثیل کاری کے بغیر ممکن نہیں تھی۔اس ناول میں سماج میں انتشار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اشتعال اور مایوسی کا بھی ذکر ہے۔الطاف فاطمہ کے ناول ''چلتا مسافر'' کا موضوع قبل از تقسیم صوبہ بہار کے لوگوں کی قربانیوں کا تذکرہ اور تقسیم کے بعد ۱۹۷۱ء تک مشرقی پاکستان میں بہاری مسلمانوں کی گزران ہے۔ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''چلتا مسافر میں بہاری مسلمانوں کی جدوجہد اور حصول آزادی کے لیے پیش کی جانے والی قربانیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ بہار سے اکھڑے ہوئے لوگوں کا ناول ہے۔ چنانچہ سیاسی تناظر تبدیل ہو جاتا ہے تو مثبت قدریں بھی خوف اور تعصب کی دبیز تہہ میں دب جاتی ہیں۔الطاف فاطمہ نے سقوطِ ڈھاکہ کے المیے کو جس خوبی سے اپنی ذات پر وارد کیا ہے اس کی دوسری مثال فی الحال نایاب ہے۔(xx)''

"چلتا مسافر" سقوط ڈھاکہ پر ایک تاریخی دستاویز ہے۔ پاکستان کے لیے جان و مال قربان کرنے والے افراد کے لیے پاکستان کچھ نہ کر سکا۔ان کو رہنے کو گھر نہ ملے، ان کو بھیک مانگنی پڑی، لاوارث خواتین کو کوٹھوں پر بٹھا دیا گیا اور جسم فروشی کرائی گئی۔ باقی ناولوں کی طرح سقوط کے ذمہ دار کی کوئی نشان دہی نہ ہونے کی وجہ سے ایک باشعور قاری بھی ادبی تاریخ کے نتائج اخذ کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔مشرقی پاکستان کے المیہ کو الطاف فاطمہ نے ''بہاری المیہ'' قرار دیا ہے۔ فہمیدہ ریاض کا ناول ''زندہ بہار'' ان کی بنگلہ دیش کی سیاحت کے بعد ۱۹۹۶ء میں منظر عام پر آیا۔ بہاری مسائل کو مشرقی پاکستان کے المیے میں پروتے ہوئے ایک قاری اس سے سقوطِ ڈھاکہ کی وجوہات کا ادراک کر سکتا ہے۔ بہ طور ترقی پذیر ادیب، انھوں نے اس بات کو رد کیا کہ بھٹو کا نعرہ برائے تقسیم ملک ''اُدھر تم، اِدھر ہم'' اس سارے عمل کا ذمہ دار تھا۔ان کے نزدیک بنگالیوں کا احساس محرومی، اقتصادی حالات، اردو بنگالی لسانی تنازعہ، انتظامی اور تعلیمی میدان میں پسماندگی، ثقافتی استحصال، سیاسی عدم واقفیت اور فوجی رویے اس سانحے کے ذمہ دار تھے۔انھوں نے اپنے ناول میں اخباروں کے اقتباس کو نقل کر کے اپنی ذات کو ایک حوالے کا درجہ دے دیا ہے۔ ناول میں البدر اور الشمس نامی تنظیموں کے واقعات کی تاریخی، سیاسی اور سماجی حیثیت کا بھی تعین کیا گیا ہے۔

سقوط پر لکھے ان تمام اردو ناول کے تجزیے سے اس میں انسان اور سماج کی حرمت مقدم نظر آتی ہے۔ سبھی ناولوں میں انسانی جان و مال کا ضیاع قابل مذمت ٹھہرایا گیا ہے۔اس سانحے کی بنیادی جزئیات کو واضح طور پر یا علامتی انداز میں قاری کے شعوری تجزیے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔ سماجی تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے سماجی اقدار کی پامالی کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ باہمی نفرت و عناد اور غیروں کی سازشیں آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ دیتی ہیں جس سے مقامی کلچر اور تہذیبی اقدار مذہب پر غالب آ جاتے ہیں، مثلاً ہم پاکستان

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

والوں کے کلچر اور مذہب کا باہمی فاصلہ ہزار ہا سال ہندو سماج میں رہنے کے سبب ہے۔ اسلام کے سبھی احکامات پر عمل کرتے ہوئے بھی سماجی ہندو پن ہم میں جھلک جاتا ہے۔ بالکل ایسا ہی سماجی تعصب بنگالی پاکستانی فاصلے کی بنیاد بنا اور مذہب کے نام پر قائم ہونے والی ریاست آزادی کے تیسرے عشرے میں دو الگ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

جدید پاکستانی اردو ناول نگاری میں ہر طرح کا ادبی، فنی اور فکری تجربہ ہو چکا ہے۔ جدید پاکستانی ناول نگاری میں کئی اہم پہلو شامل ہیں جو اردو ادب کی ترقی اور سماجی مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ جدید ناول نگار مختلف سماجی، سیاسی، اور اقتصادی مسائل پر روشنی ڈال رہے ہیں، مثلاً " دہشت گردی، نسلی شناخت، اور عالمی مسائل، بہت سے ناول نگار اپنے ذاتی تجربات کو کہانیوں میں شامل کرتے ہیں، جس سے ان کی تحریر میں حقیقت پسندی اور گہرائی آتی ہے۔ جدید ناولوں میں معاشرتی انصاف، طبقاتی فرق، اور سیاسی بدعنوانی پر سخت تنقید کی جاتی ہے، جو قارئین کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ جدید ناول نگاری میں خواتین کے کردار کی بہتری اور ان کے حقوق پر زور دیا جا رہا ہے، جس سے وہ ناولوں میں مرکزی حیثیت اختیار کرتی ہیں۔ کچھ ناول نفسیاتی اور فلسفیانہ موضوعات کو چھیڑتے ہیں، جہاں کرداروں کی اندرونی دنیا اور جذبات کی عکاسی کی جاتی ہے۔ جدید ناول نگار اردو زبان میں جدیدت لانے کے ساتھ ساتھ مختلف ادبی طرزوں کو بھی اپناتے ہیں، جیسے کہ تجرباتی نثر، شاعری، اور روزمرہ زبان کا استعمال۔ ان میں سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، اور دیگر جدید ٹیکنالوجیز کے اثرات کو بھی شامل کیا جا رہا ہے، جو کہ کہانیوں کی تشکیل میں نیا رنگ بھرتے ہیں۔ بہت سے ناول نگار عالمی تناظر میں پاکستانی ثقافت اور مسائل کو پیش کرتے ہیں، جس سے ان کی تخلیقات کو بین الاقوامی سطح پر پذیرائی مل رہی ہے۔ اختر رضا سلیمی کے ناولوں "جاگے ہیں خواب"، "جندر"، "لواخ" میں مقامی کلچر سیاست، تاریخ، جنریشن گیپ، احساس کمتری جیسے موضوعات پر بحث ملتی ہے۔ آمنہ مفتی اپنے ناول "پانی مر رہا ہے" میں پانی اور حیات کے تجربات کو قاری کے لیے پیش کرتی ہیں جب کہ حسن منظر "حبس" اور "دھنی بخش کے بیٹے" میں سرمایہ درانہ، ملکی استحصال، جنسی بے راہ روی، نسائی ظلم و ستم پر بات کرتے ہیں۔ حمید شاہد نے "مٹی آدم کھاتی ہے" میں مشرقی پاکستان اور ۸، اکتوبر کے زلزلہ کو موضوع بنایا ہے۔ سید کاشف رضا "چار درویش اور ایک کچھوا" میں جنسی ناآسودگی، لواطت، جہاد، بے نظیر قرل اور سماجی تفاوت کو سامنے لاتے ہیں۔ طاہرہ اقبال کے ناولوں "گراں"، "نیلی بار" میں جاگیر درانہ ہٹ دھرمی اور جنسی انحراف کو پیش کیا گیا ہے جب کہ عارفہ شہزاد نے "میں تمثال ہوں" میں زنانہ جنسی انحراف کی صورت پولینڈری کو قاری کے سامنے پیش لانے کی کوشش کی ہے۔ غافر شہزاد "کرول گھاٹی" اور "استغاثہ" میں ریپ، میڈیا کی نفسات، غلامی، مزاحمت، بغاوت، ریاستی نفسیات جب کہ مرزا اطہر بیگ "غلام باغ" میں سماجی شناخت اور جنسی معاملات کو پیش کرتے ہیں۔ محمد حفیظ خان کا "ادھ ادھورے لوگ" ادھوری شناخت، ریپ اور جنسی انحراف کا مجموعہ ہے۔ نجیبہ عارف کا "مکھوٹا" جبکہ وحید احمد کا "زینو" نفسیاتی ناولوں کی صف میں کھڑے ہیں اور سماجی عناصر کو پیش کرتے ہیں۔ نینان عادل کا "مقدس گناہ" بھی وجودی اور جنسی ناولوں میں سماجی انحراف کا مظہر ناول ہے۔

حوالہ جات

(i) - علی عباس حسینی، اردو ناول کی تنقید و تاریخ، (علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء)، ص: ۱۶

VOL- 2, ISSUE-2-4, 2024 FALL

SOCIAL SCIENCES & HUMANITY RESEARCH REVIEW
ONLINE ISSN : 3007-3170
PRINT ISSN : 3007-3162
HTTPS://JSSR.ONLINE/INDEX.PHP/4/ABOUT

(ii)-محمد حامد سراج، ''ناولاتی تخلیقیت کا قطبی ستارہ''، مشمولہ: انگارے، مرتبہ: عامر سہیل، ستمبر ۲۰۰۴ء، ص:۲۹

(iii)- محمد حسن، ڈاکٹر، جدید اردو ادب، (دہلی، ۱۹۷۵ء)، ص: ۴۸-۴۷

(iv)- وقار عظیم، ڈاکٹر، داستان سے افسانے تک، (دہلی، طاہر بک ایجنسی، ۱۹۷۱ء)، ص:۱۷۰

)v- علی سردار جعفری، ترقی پسند ادب، (علی گڑھ، ترقی اردو ہند، ۱۹۵۷ء)، ص:۱۶

(vi)- ایضاً، ص:۱۳

(vii)- محمد طفیل، نقوش، (لاہور، مئی ۱۹۵۲ء) ص:۲۴۲

(viii)- قدرت اللہ شہاب، یاخدا، (لاہور، سنگ میل پبلشرز، ۲۰۰۸ء)، ص:۲۸-۲۷

(ix)- ایضاً، ص:۷۷

(x)۔ ممتاز شیریں، معیار، (نیا ادارہ، لاہور، ۱۹۶۳ء)، ص: ۱۷۳

)xi، ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے بدلتے تناظر، -()کراچی، ویلکم بک ڈپو، ۱۹۹۳ء)، ص:۱۵۱

)xii، خدیجہ مستور، زمین، -() لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۴ء)، ص: ۳۸

(xiii)-قمر رئیس، ڈاکٹر، تلاش و توازن، (ادارہ خرام، دہلی، ۱۹۶۰ء)، ص:۵۶

(xiv)-افضال بٹ، ڈاکٹر، اردو ناول کا سماجی شعور، مقالہ، (اسلام آباد، نمل، ۲۰۰۶ء)، ص:۱۶۰

(xv)- سید عبداللہ، ڈاکٹر، اردو ادب، (لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۶ء)، ص:۲۴۱

(xvi)- انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، (لاہور، عزیز بک ڈپو، ۱۹۸۸ء)، ص:۵۷۲

(xvii)-عبدالسلام، ڈاکٹر، ''تقسیم کے بعد اردو ناول''، مشمولہ: اردو نثر کا فنی ارتقا، فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، (لاہور، الوقار پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء)، ص:۱۲۲

(xviii)- سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو ناول کی تاریخ و تنقید، (لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۶ء)، ص:۶۳-۳۶۲

(xix)- عنایت اللہ، خاکی وردی لال لہو، جلد: دوم، (لاہور، علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء)، ص: ۳۳۴

(xx)- انور سدید، ڈاکٹر، نئے جائزے، (لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص:۸۵